قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ ۔ فروری سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

ریویو

ثنائی فرار اور مباہلہ سے انکار: - یہ رسالہ احمدی دہلی کا چوتھا مضمون ہے جس میں پُر زور دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میاں ثناء اللہ امرتسری ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں گریز ہی کرتا رہا ہے۔ قیمت ۳/ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی۔ تیرا ہا بیرام خاں سے طلب کریں ؛

تحفۂ بنارس - یہ وہ پیام توحید ہے جو جناب مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے بنارس کے شہر کو پہنچایا۔ بت پرستی کی نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیخ کنی کی گئی ہے۔ حضرت اقدسؑ کی صداقت کی ہندوؤں اور اہل اسلام ہر دو کو تبلیغ کی گئی ہے۔ رسالہ اخلاص سے لکھا ہوا بہت ہی مؤثر اور مفید ہے۔ قیمت ۱/ ۔ بکڈپو ایجنسی سے طلب کریں۔ ناظرین اس کو پڑھکر ضرور حظ اٹھائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

نورِ فرقان: - مصنفہ محمد نظام الدین صاحب احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی تائید میں ایک مفید کتاب ہے۔ تبلیغ کا حق بہت عمدگی سے ادا کیا گیا ہے۔ قیمت ایک جلد کیلئے ۲/ ایک سے زیادہ کے لیے ۱/ فی نسخہ مصنف سے طلب کریں ؛

لیکچر مہوتسو: - ٹیچنگز آف اسلام یعنی وہ لیکچر جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے لاہور کے عظیم الشان جلسہ مذاہب میں ۱۸۹۶ء میں پڑھا گیا تھا اس کا انگریزی ترجمہ ولایت میں چھپ کر آگیا ہے۔ دو سو صفحہ کی کتاب ہے۔ مجلد کی قیمت ۱۲/ اور غیر مجلد کی ۱۴/ ہے چونکہ ولایت میں اسکی مفت اشاعت ہوگی اسلیئے احباب اپنے لیئے بھی خریدیں اور اسجگہ یا ولایت میں مفت تقسیم کراکے بھی ثواب لیں ؛

ضرورت - دفتر میگزین کے لیئے ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ کم سے کم انگریزی انٹرنس تک تعلیم یافتہ ہو۔ دفتر کے کام سے واقف شخص کو ترجیح دی جائیگی۔ تمام درخواستیں بنام مینیجر میگزین قادیان۔ پنجاب آنی چاہئیں ؛

اطلاع: - خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ؛ (مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک نئی شہادت

ایک نئی حدیث اس بارہ میں کہ مسیح موعود امام مہدی ہوگا

صداقت کی یہ ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ جس طرف سے دیکھو اُس کی تائید میں ثبوت مہیّا ہوتے جاتے ہیں جھوٹا ممکن ہے کہ ایک دو باتوں کو توڑ مروڑ کر اپنے دعوے کی تائید میں پیش کرے مگر اُس کی ایسی تجویلیں ایک دو امور تک چلکر آگے بند ہو جاتی ہیں. مگر صادق کی صداقت ہر ایک پہلو سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ جس طرف دیکھو اُس کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا قصہ مشہور ہے جس کا نام لا تھا. جب اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے اُس سے سوال کیا کہ تو کسطرح نبی ہو سکتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی (صاحب شریعت) نبی نہیں آئے گا۔ اُس نے جواب دیا کہ یہی حدیث میرے نبی ہونے کا ثبوت ہے مگر یہ اسطرح نہیں جسطرح اب تک لوگ اسکو پڑھتے آئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ فرمایا تھا کہ لَا نَبِیٌّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد ایک نبی پیدا ہوگا جس کا نام لا ہوگا۔ مگر ایک حدیث کو تو اُس نے بگاڑ کر اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر دیا اُس کی یہ کارروائی یہاں تک ہی ختم ہو گئی۔ کوئی اور

شہادت وہ اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش نہ کر سکا۔ نہ کوئی آسمانی نشان اُس کی تائید میں
ظاہر ہوا۔ نہ سچی پیشگوئیوں نے اُس کے دعوے پر تصدیق کی مہر لگائی۔ نہ وہ کوئی ایسی
قرآنی آیت یا حدیث پیش کر سکا جس میں اُس کے آنیکے علامات بیان کیئے گئے ہوں اور وہ
اُس کے زمانہ میں پورے ہوئے ہوں اور نہ خدائے تعالیٰ نے اپنی تائید کے ذریعہ اُس کی
سچائی کی شہادت دی اور وہ ناکام و نامراد ہو کر مرگیا۔ مگر سچوں کا یہ حال نہیں۔ اُنکی سچائی پر
آسمان بھی گواہی دیتا ہے اور زمین بھی **الوقت الوقت** پکار کر اُنکے سچا ہونیکی شہادت دیتی
ہے۔ خدائے تعالیٰ کا کلام اُنپر نازل ہوتا ہے جس میں زبردست پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو اپنے
وقت پر منہاج نبوت کے مطابق پوری ہوکر اُنکی سچائی کی شہادت دیتی ہیں۔ پہلے نبیوں کے
مقرر کردہ نشانات اُن کے وقت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُنکی تائید کرتا ہے۔
اور اُنکے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔ غرض ہر ایک رنگ میں اُنکی صداقت اپنے تئیں ظاہر کرتی
ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں خدا کا مسیح اور مہدی ظاہر ہوا تو اُس نے اپنے دعوے کی تائید میں
نہ ایک دلیل بلکہ لاکھوں شہادتیں پیش کیں۔ گذشتہ انبیاءؑ کی بیان کردہ پیشگوئیاں اُس پر
مطابق اُتریں۔ قرآن شریف کی سینکڑوں آیتوں نے اُس کے منجانب اللہ ہونے کی گواہی
دی۔ آسمان پر نشان ظاہر ہوئے۔ زمین نے گواہی دی۔ ہزاروں لوگوں نے اپنے رؤیا صالحہ
اور سچے الہاموں کے ذریعہ اُس کی صداقت کی شہادت دی۔ خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر اُس نے
سینکڑوں پیشگوئیاں شائع کیں جو اُسی طرح پوری نکلیں جسطرح خدائے تعالیٰ کے نبیوں کی پیشگوئیاں
پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں ہی دہلی میں ملک معظم قیصر ہند کے ہاتھ سے خدائے تعالیٰ
نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کو بیّن طور پر پورا کر دیا۔
خدائے تعالیٰ نے آپ کی ہر رنگ میں تائید کی۔ آپنے علمی دنیا کو اپنے معجزے دکھلائے۔ آپنے
پولٹیکل دنیا کو بھی نشان دکھا کر اُنپر حجت پوری کی۔ ہر قوم کے مقابل میں آپنے نشان دکھلائے
ہر ایک میں آپکے نشان ظاہر ہوئے اور روز بروز ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ کی پیشگوئیوں اور پرانی
پیشگوئیوں کے مطابق طاعون دنیا میں ظاہر ہوا۔ زلزلوں نے زمین کو ہلا دیا۔ جنگوں نے
دنیا کو قیامت کا نمونہ دکھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ نشانات آپکے وقت میں

ظاہر ہوئے اور آپ کی پیشگوئیاں آپ پر صادق آئیں۔ آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی امام مہدی ہوں۔ اس کی تصدیق میں خدائے تعالیٰ نے آپکے وقت میں آپکے دعوے کے بعد رمضان شریف میں مقررہ تاریخوں پر سورج کے کسوف اور چاند کے خسوف کا نشان آسمان پر ظاہر فرمایا جو کہ امام مہدی کے ظہور کا ایک بھاری اور مشہور نشان تھا۔ چنانچہ جب یہ نشان ظاہر ہوا تو بہت سے مخالف مُلّاں بول اُٹھے کہ اب اس نشان کو دیکھکر بہتسے لوگ اس مدعی مہدویت کو قبول کرلیں گے اور اسطرح (انکے زعم کے مطابق) یہ نشان اُن کی گمراہی کا موجب ہوگا۔ پھر آپنے اپنے اس دعوے کی تائید میں صحیح بخاری کی وہ حدیث پیش کی جس میں آنیوالے مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ اما مکم منکم یعنی وہ تمھارا ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے ہوگا۔ پھر آپنے ابن ماجہ کی وہ حدیث پیش کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا مھدی الا عیسیٰ۔ یعنی مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ یہ حدیثیں آپکے ظہور سے پہلے موجود تھیں۔ آپنے ان کو اپنے پاس سے نہیں بنایا۔ اسی طرح کسوف اور خسوف کا نشان بھی پہلے سے مقرر تھا آپنے اس نشان کو کتابوں میں پہلے سے نہیں لکھ رکھا تھا۔ اور نہ آپکے اختیار میں تھا کہ اس نشان کو آسمان پر اپنی طاقت سے ظاہر کریں۔ اب خدائے تعالیٰ کے فضل سے آپکے اس دعوے کی تصدیق میں ایک اور حدیث نکلی ہے جو مسند امام احمد بن حنبل کی جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ پر درج ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔ اس حدیث شریف میں صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنیوالا مسیح موعودؑ وہی امام مہدی ہوگا اور وہ جنگ نہیں کریگا۔

اور وہ حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ بن مریم اماماً مھدیا وحکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ وتضع الحرب اوزارھا۔

(ترجمہ) ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ رہے وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملے وہ عیسیٰ ابن مریم امام مہدی ہوگا حَکَم عَدَل ہوگا صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ جزیہ دور کردے گا اور اُس کے زمانہ میں لڑائی اپنے بوجھوں کو رکھدیگی یعنی وہ دین کے لیے جنگ نہیں کریگا (بلکہ دلائل اور

نشانات کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کریگا) دیکھو کیسے صریح الفاظ میں اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنیوالا مسیح **امام مہدی** ہوگا۔ اس سے زیادہ بیّن شہادت کیا ہو سکتی ہے کہ مسیح موعود ہی امام مہدی بھی ہوگا۔ پھر اس میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ لڑائیاں موقوف کی جائیں گی۔ کیا اب ہمارے مخالف اس بات پر اصرار کرینگے کہ امام مہدی اور شخص ہوگا اور مسیح موعود اور شخص ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کا ہی نام امام مہدی رکھتے ہیں اس حدیث نے صحیح بخاری کی حدیث **امامکم منکم** کے معنے بھی صاف کر دیئے۔ ہمارے مخالف کہا کرتے تھے کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعودؑ تو نازل ہوگا مگر وہ تمہارا امام نہ ہوگا بلکہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ امام مہدی مسیح موعود سے الگ ہوگا۔ اب اس حدیث نے انکے اس خیال کی تردید کی اور جو معنے ہم کیا کرتے تھے اُس کی تائید کی یعنی یہ کہ مسیح موعود مسلمانوں کا ایک امام ہوگا جو انہی میں سے پیدا ہوگا۔ باہر سے نہیں آئے گا۔

بعض لوگ لفظ عیسیٰ بن مریم پر بہت اڑا کرتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی اسرائیلی مسیح پھر دوبارہ آئے گا۔ اگر وہ ذرا بھی غور سے کام لیتے تو بالکل اس بات پر نہ اٹکتے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بیان اس بات کا فیصلہ کر رہا ہے کہ اسرائیلی مسیح اور محمدی مسیح یہ ایک وجود نہیں بلکہ دو الگ الگ شخص ہیں۔ کیونکہ اسرائیلی مسیح کا حلیہ بیان کرتے وقت آپ نے فرمایا فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر (یعنی عیسیٰ ابن مریم (جس کو آپ نے معراج کی رات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے آسمان پر وفات یافتہ انبیاءؑ کے ساتھ دیکھا) سرخ رنگ تھا۔ گھونگر والے بالوں والا۔ چوڑے سینہ والا۔ اور آنے والے مسیح محمدی کی نسبت جس کو ایک رؤیا میں آپنے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور اسی رؤیا میں دجّال کو بھی دیکھا اُس مسیح کا حلیہ بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ رجل آدم سبط الشعر تنطف او تھراق رأسہ ماء یعنی وہ ایک آدمی ہے گندم گوں رنگ والا۔ سیدھے بالوں والا اور اُس کے بال ایسے صاف ہیں کہ گویا سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگر ہمارے مخالف ذرا انصاف اور تدبر سے کام لیتے تو وہ ان دونوں حدیثوں کو دیکھکر یقین کر لیتے کہ اسرائیلی مسیح

اور ہے اور محمدی مسیح اور ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا حلیہ بالکل اُلٹ بیان فرماتے ہیں۔ ایک کا رنگ گندم گوں۔ دوسرے کا سُرخ ایک کے بال گھونگروالے۔ دوسرے کے سیدھے۔ اب یہ دونوں متضاد حلیے کس طرح ایک ہی شخص میں جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں حلیے صاف بتلا رہے ہیں کہ آنیوالا مسیح اور شخص ہے۔ صرف روحانی مشابہت ظاہر کرنیکے لئے اُس کا نام عیسیٰ ابن مریم رکھا گیا ایسا ہی چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سخت مشابہت روحانی رکھتا تھا اس لیئے اُس کا نام آپ نے محمد بن عبداللہ بھی فرمایا۔ غرض اگر دوسرے سارے دلائل اور نشانات کو چھوڑ بھی دیا جاوے تو صرف احادیث ہی ایک زبردست ذخیرہ آپ کی سچائی کا مہیا کر رہی ہیں۔ دیکھو حلیہ والی حدیث ہی کیسی آپ پر صادق آئی۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیہ کس غرض سے بیان فرمایا تھا۔ اسمیں کیا شک ہے کہ آپ نے آنیوالے مسیح کا حلیہ اس لیئے بیان فرمایا تھا کہ لوگ اس حلیہ کے ذریعہ اس مسیح کو پہچان سکیں۔ حلیہ کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ اُس کے ذریعہ ایک شخص پہچانا جائے۔ دیکھو! اسی حلیہ کے ساتھ مسیح موعودؑ آیا مگر باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حلیہ کے آپ پر صادق آنیکے تم لوگوں نے اُس کو نہ پہچانا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے باوجود حلیہ درست نکلنے کے حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں پہچانا وہ آنکھیں نہیں رکھتے اور اُنپر قرآن شریف کی کوئی آیۂ کریمہ صادق آتی ہے تو وہ یہ ہے من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ۔

دیکھو آج خدائے تعالیٰ نے ایک اور حدیث نبوی کے ذریعہ تم لوگوں پر حجت پوری کر دی۔ تم کب تک انکار میں لگے رہو گے؟

اِسلام میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے؟

(ترجمہ مضمون قاضی عبدالحق صاحب)

۱۔ جسمانی حالت

جو لوگ آجکل عورتوں کے حامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن میں مبالغہ کرنے کا بہت میلان پایا جاتا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ عورتیں کسی پہلو سے بھی مردوں سے کسی طرح

ذرا اُلٹا کر تو دیکھو کیا نتیجہ ہو گا۔ ایک ہی دن میں سارا انتظام درہم برہم ہو جائیگا۔ یہ دنیا کی چستی و چالاکی سکون سے بدل جائے گی۔ ہتھیاروں اور اوزاروں کی کھڑکھڑاہٹ بند ہو جائے گی فتح کے نعرے اور خوشی کی آوازیں سُننے میں نہیں آئیں گی۔ ہر طرف درد کی چیخیں اور اضطراب کا چلانا سنائی دے گا۔ عورت اپنے خیالات کی نرمی۔ اور اپنے جسم کی کمزوری کے ساتھ دنیا کو سُستی اور کاہلی کا ایک خوفناک منظر بنا دے گی۔ اور مرد اپنے چُست قواء اور محنت کش طبیعت کے ساتھ اپنے تئیں گھر میں رہنے کے بالکل ناقابل پائے گا۔ اور جلدی زندگی سے بیزار ہو جائے گا۔ اس طرح جلدی ہی دنیا کی حالت بگڑ جائے گی۔ تمام کاروبار خراب ہو جائے گا اور تمام تحریکیں رک جائیں گی۔ جہاں دلیری اور جرأت کی ضرورت ہے وہاں کمزوری اور نرم دلی کام نہیں دیں گی۔ بے شک نرم دلی اور رقیق القلب ہونا ایک اچھی چیز ہے مگر جہاں دلیری اور بہادری کی ضرورت ہو وہاں رقت قلب اور نرم دلی کسطرح کام دے سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ عورتوں کو ہر مہینہ میں ایام حیض گذارنے پڑتے ہیں۔ اس لیئے ضروری ہو گا کہ ہر ماہ میں کم از کم ایک ہفتہ تک دنیا کا کاروبار روک دیا جائے ایسا ہی ایام حمل میں ایک سال تک اُن کو دنیا کی محنت کشی اور جفاکشی سے سبکدوش ہونے کی ضرورت پیش آئے گی۔ الغرض۔ جو لوگ یہ شور مچا رہے ہیں کہ عورتیں کسی رنگ میں بھی مردوں سے کم نہیں وہ اُس صریح فرق کو جو قدرت نے دونوں میں رکھا ہے نظر انداز کر رہے ہیں اور عورتوں کو اُس درجہ سے بڑھانا چاہتے ہیں جو قدرت نے اُنکے لیئے مقرر کر دیا ہے۔

مگر جہاں ایک گروہ عورتوں کے معاملہ میں افراط سے کام لے رہا ہے وہاں ایک گروہ تفریط کی طرف چلا گیا ہے۔ یہ دوسری قسم کے لوگ عورت کو سخت بے قدری کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جو منزلت خدائے تعالیٰ نے اُنکو عطا کی ہے اُس سے اُن کو گرانا چاہتے ہیں۔ اُنکے نزدیک عورت کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں کہ مرد اُنکے ذریعہ اپنی خواہش کو پورا کریں۔ وہ اُنکو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ گائے بکری۔ اونٹ وغیرہ اور جب چاہتے ہیں ایک پُرانے کپڑے کی طرح اُنکو پھینک دیتے ہیں۔ اُنکے نزدیک عورتیں

کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔ اور وہ اُن کا یہی کام سمجھتے ہیں کہ غلاموں کی طرح اُن کے ساتھ گذارہ کریں۔ مرد جو چاہے اُن سے سلوک کرے۔ عورتوں کا مردوں پر کوئی حق نہیں عورت کا فرض ہے کہ رنج و راحت میں مرد کی خدمت کرے لیکن جب عورت اس قابل نہ رہے کہ مرد کی کوئی خدمت کر سکے تو مرد اُس کو ایک ردّی چیز کی طرح پھینک سکتا ہے۔ خواہ عورت نے سالہا سال تک اپنے خاوند کی نہایت جانفشانی سے خدمت کی ہو۔ بیماری کے وقت کئی دن تک اُس کے سرہانے بیٹھی رہی ہو اور کئی راتیں اُس کے بستر کے پاس جاگتی رہی ہو۔ بخار میں اُس کے جلتے ہوئے ابروؤں کو اپنے ٹھنڈے ہونٹوں کے ساتھ چوما ہو۔ اور اپنی سسکتی ہوئی آواز کے ساتھ آنکھوں سے آنسو بہا کر اپنے خداوند کے آگے دعائیں کی ہوں کہ اے میرے رب تو میرے ننھے ننھے بچوں کے باپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھ۔ لیکن ان سب باتوں کا عوض اُس کو یہ دیا جاتا ہے کہ ایک معمولی غلطی پر ڈنڈوں سے اُس کو پیٹا جاتا ہے اور وحشیانہ بیرحمیوں کا اُس کو تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ ایسا سلوک اپنے عمر بھر کے ساتھی کے ساتھ کرنا سخت قابل نفرت ہے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اُسوقت عورت کی حالت اس سے بھی بدتر تھی صحرائے عرب کے رہنے والے عورت کو انسان کے لیئے ایک ذلت کا داغ سمجھتے تھے۔ اور اُسپر ہر قسم کا ظلم کرنا جائز سمجھتے تھے۔ مگر عورت کی خوش قسمتی سے اُس ملک میں ایک نبی پیدا ہوا جس نے عورت کو وہ عزت دی جس کی وہ سچے معنوں میں حقدار ہے۔ اسلام ایسا مذہب نہیں جو کسی امر میں حد سے بڑھ جائے۔ کسی چیز کی ناجائز رعایت وہ روا نہیں رکھتا اور نہ کسی چیز کی حق تلفی کی وہ اجازت دیتا ہے بلکہ جو امر حق اور درست ہو وہ اُس کو بیان کرتا ہے اُس نے عورت سے پورے انصاف کا برتاؤ کیا ہے۔ دنیا کے کل مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے جن جن حقوق کی وہ جائز طور پر مستحق تھی وہ سب اُس کو دیئے ہیں کوئی ایسا حق نہیں جس سے اسلام نے عورت کو محروم رکھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دنیا میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے عورت کی جائز حمایت کا بیڑا اُٹھایا ہے اور جو لوگ آجکل عورت کی حمایت میں جائز حدود سے بھی نکل رہے ہیں

وہ اگر اپنی اپنی مقدس کتابوں کو ٹٹولیں گے تو اُن میں ہرگز کوئی ایسی تعلیم نہ پائیں گے جو اُن کے آزادی کے خیالات کی تائید کرے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کو وہی حیثیت دی ہے جس کی وہ مستحق ہے اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس میں عورت کی راہ سے ہر ایک قسم کی رکاوٹ کو ہٹا دیا گیا ہے تا جن جن امور کے حاصل کرنے کے لیئے اُس میں قابلیت رکھی گئی ہے اُن کو وہ بآسانی حاصل کر سکے آجکل جن لوگوں نے عورتوں کے حقوق کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے انہوں نے قرآن شریف میں سے ہی ایک شعشہ لیا ہے جس کو وہ وسعت دے رہے ہیں اور جس کی تائید کے لیئے وہ اپنے اپنے مذہب کی کتابوں میں سے کوئی ہدایت پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن شریف افراط اور تفریط کی راہ کو چھوڑ کر عورت کے معاملہ میں نہایت ہی سیدھی اور سچی راہ کو اختیار کرتا ہے جب کہ وہ ارشاد فرماتا ہے

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النسآء - ۶) مرد عورتوں کے لیئے مؤدب ہیں۔ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے کہ مرد (عورتوں کے لیئے) اپنا مال خرچ کرتے ہیں پس نیک بی بیاں وہ ہیں جو فرمانبردار ہوں اور اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں اُن چیزوں کی حفاظت کرنیوالی ہوں جن کی خدائے تعالیٰ نے حفاظت کی ہے ؎

خدائے تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ نہ تو اُس نے اُن لوگوں کی فضولیوں کی پیروی کی ہے جو ہر ایک امر میں عورتوں اور مردوں کو مساوات دینا چاہتے ہیں۔ اور جو عورتوں کی آزادی پر حد سے زیادہ زور دیتے ہیں اور نہ ہی مذکورہ بالا آیت میں اُن لوگوں کی طرفداری کی گئی ہے جو عورتوں کو بھیڑ بکری سے بھی کمتر خیال کرتے ہیں۔ بلکہ جو درجہ نظام قدرت میں عورت کو دیا گیا ہے اُسی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مرد عورت پر جسم کے لحاظ سے اور نیز عقل کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ اور اس لیئے جسمانی دنیا

ہیں اُسے عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ اپنی بیوی اور بچوں کا تکفل اور انکی تادیب وتربیت مرد کا کام ہے۔ گھر کا کاروبار اور امور خانہ داری عورت کے فرائض میں شامل ہیں۔ نیک مرد کماتا اور اپنی کمائی گھر لاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے۔ نیک بیوی اپنی عفت اور اپنے خاوند کی عزت کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک کا کام دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اگرچہ عورت جسماً اور عقلاً صریحاً مرد سے کمتر ہے مگر وہ ایک دوسرے کے ایسے محتاج ہیں کہ ایک کا گذارہ دوسرے کے بغیر نہیں چل سکتا ؂

مذکورہ بالا آیت میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرد عورت کے لیئے سہارا ہی اور مرد کا فرض ہے کہ کما کر اُس کو کھلائے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ عورت اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور بہ سبب جسمانی کمزوری کے اُسے مرد کے ساتھ محض طفیلی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق خاص حقوق رکھتا ہے اگر مرد کا یہ فرض ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لیئے محنت کرے اور روزی کمائے تو عورت کا فرض ہے کہ خاوند کی غیر حاضری میں اُسکے گھر کی ناموس کی حفاظت کرے۔ اور اُسکے بال بچوں کی خبر گیری کرے۔ اس طرح ہر ایک کے سپرد وہ کام کیا گیا ہے جو اُس کی طبیعت اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ مرد چونکہ عورت کی نسبت مضبوط ہے اس لیئے محنت ومشقت کا کام مرد کے سپرد کیا گیا ہے اور عورت چونکہ مرد کی نسبت نازک ہے اس لیئے آرام کا کام اُس کے ذمہ ڈالا گیا ہی مگر دونوں میں سے کوئی دوسرے کی مدد کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہے صحیح عملی تقسیم اُن کے فرائض کی جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے تجویز فرمائی ہے۔ اس طرح جسمانی دائرہ میں عورت کی حیثیت کا سوال قرآن شریف نے نہائت صفائی سے حل کر دیا ہے اور اس تقسیم کی حکمت بھی بالکل عیاں ہے۔ اس تقسیم میں خدائے حکیم نے عورت کی معذوریوں کو کیسا ملحوظ رکھا ہے۔ اب اگر اُس کو حیض کا خون آتا ہے یا اُس کو یکے بعد دیگرے حمل کے دورے گذارنے پڑتے ہیں یا ایک چھوٹو کر

دو دو بچوں کو اُسے اپنی چھاتی کے دودھ سے پالنا پڑتا ہے تو کچھ بھی ہرج کی بات نہیں - کیونکہ موجودہ تقسیم میں جو قرآن شریف نے اُس کے لیئے کام مقرر کیا ہے اس میں اُس کو بیرونی دنیا کے جھگڑوں سے سبکدوش کیا گیا ہے - گھر ہی اُس کے لیئے چھوٹی دنیا ہے اور بچوں کی میٹھی زبان اُس کے لیئے ایک ایسی راگنی ہے جو بیرونی دنیا کے شور و غل سے ہزار درجے زیادہ شیریں ہے - گھر اُس کے لیئے نہائت موزون جگہ ہے اور وہ گھر کے لیئے نہائت موزون ہے - نر کی جسمانی فضیلت مادہ پر نہ صرف انسانوں تک محدود ہے بلکہ دوسرے حیوانوں میں بھی نظر آتی ہے - مرد کی فضیلت سے عورت کی کوئی تحقیر دتوہین لازم نہیں آتی - بلکہ یہ فرق صرف اس لیئے ہے کہ دونوں پر ظاہر ہو جاوے کہ ہر ایک اُن میں سے کس کام کے لیئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ نسل انسان امن کے ساتھ اور مناسب طریق پر بڑھے اور ترقی کرے - اگر دونوں میں جسمانی طور پر پوری مساوات ہوتی تو بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کرنا مشکل ہوتا کیونکہ عورت بصورت ایک سخت اور پھرتیلی طبیعت رکھنے کے یہ پسند نہ کرتی کہ گھر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے بچوں کی پرورش میں مشغول رہے - اب چونکہ یہ صاف بات ہے کہ مرد کے جسمانی اور عقلی قواء عورت کی نسبت زیادہ قوی ہیں اس لیئے یہ سراسر انصاف کی بات ہے کہ اس لحاظ سے عورت کا دائرہ زندگی مرد کے دائرہ زندگی کے ماتحت رہے اگر اس کے ساتھ دونوں میں باہم محبت اور خیر خواہی ہو اور ہر ایک ان میں سے دوسرے کے ساتھ ملکر کام کرنا اور اسکی مدد کرنا اپنا فرض سمجھے تو عورت کی یہ ماتحتی عین برکت اور خیر کا موجب ہو گی ؛؛

روحانی حالت

عورت کی جسمانی حالت پر بحث کرنے کے بعد اب میں اُس کی روحانی حالت کی طرف رجوع کرتا ہوں جو انسانی فطرت کا نہایت ہی ضروری پہلو ہے - خدائے تعالیٰ کی عبادت انسانی زندگی کی اصل غرض ہے خواہ وہ انسان کیا ہی حیثیت رکھتا ہو

چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ
یعنی میں نے جن و انس کو اسی لیئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اسلیئے
انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ مرد عورت دونوں کو اپنے اپنے روحانی قویٰ
کی تکمیل کا برابر موقعہ دیا جاوے۔ جسمانی حالات میں جو فرق ہے اُس کا اثر تو صرف
یہی ہے کہ مرد و عورت کی زندگی کے دائرے جدا جدا قائم ہو گئے۔ اگر اُن کے
روحانی حالات میں کچھ فرق ہوتا تو زیادہ نقصان کی بات ہوتی۔ مادی دنیا میں
انکی زندگی کے دوائر جدا جدا ہیں اس لیئے انکے مطابق انکی جسمانی حالتیں بھی
جدا جدا بنائی گئیں۔ مگر انکی زندگی کا روحانی مقصد ایک ہی ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت
ہر ایک کا مقصد نجات کا حاصل کرنا ہے۔ جب روحانی طور پر دونوں کی زندگیوں
کی غرض ایک ہی ہے اس لیئے اس غرض کے حاصل کرنے کے لیئے دونوں کے
لیئے برابر سہولت ہونی چاہیئے اور دونوں میں مساوات کا رنگ رہنا چاہیئے
چنانچہ اسی اصل کے مطابق اسلام نے روحانی ترقی کا میدان مرد عورت
دونوں کے لیئے یکساں کھلا رکھا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (احزاب - ۵)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں - ایمان دار مرد اور ایماندار عورتیں - فرمانبردار
مرد اور فرمانبردار عورتیں - سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں - صبر کرنیوالے
مرد اور صبر کرنے والی عورتیں - عاجزی کرنیوالے مرد اور عاجزی کرنیوالی عورتیں -
صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں - روزہ رکھنے والے مرد اور

روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے فروج کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنیوالے مرد اور بہت یاد کرنیوالی عورتیں۔ ان سب کے لیئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ؛

اس آیۂ کریمہ میں خدائے تعالیٰ نے روحانی ترقی کے تمام منازل میں مرد کو عورت کے ساتھ ساتھ رکھا ہے کیونکہ برخلاف جسمانی پہلو کے عورت کا روحانی پہلو مرد کی نسبت کچھ کم تربیت پذیر اور قابل ترقی نہیں۔ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ ہر ایک زمانہ میں ایسی عورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی منازل کو طے کیا یہانتک کہ خدائے تعالیٰ کے مکالمہ سے بھی مشرف ہوئیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی بشارت دی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْہِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو اپنے بچے کو دودھ پلا اور جب تجھے اس کی نسبت خوف پیدا ہو تو اس کو دریا میں ڈالدے اور کچھ خوف نہ کر اور نہ کچھ غم کھا۔ ہم اس کو تیرے پاس پھر واپس بھیجیں گے اور اسکو ایک رسول بنائیں گے ؛ علاوہ ازیں اسلام سے پہلے بہت سی اور بزرگ عورتیں بھی ہوئی ہیں اور اسلام میں ایسی عورتیں بہت ہوئی ہیں جو بہت سے روحانی منازل کو طے کر کے خدائے تعالیٰ سے جا ملیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیئے ایک ہی کتاب ہے۔ دونوں کے لیئے ایک نبی مبعوث ہوا اور سب کے لیئے ایک ہی شریعت نازل ہوئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روحانی امور میں مرد اور عورتیں مساوات کا درجہ رکھتی ہیں شریعت میں عورت کے لیئے بعض ایسی رعائتیں رکھی گئی ہیں جو مرد کو حاصل نہیں اور جو رعائتیں مردوں کو حاصل ہیں ان میں عورتیں بھی شریک ہیں مثلاً سفر میں نماز کا قصر۔ اور بیماری اور سفر کی حالت میں روزوں کا افطار وغیرہ۔

خدائے تعالیٰ ایک اور مقام میں فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا۔ (سورہ۔ نساء۔ آیت ۱۲۳) یعنی جو کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہونگے اور اُنپر کھجور کی گٹھلی کے گڑھے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا اس مضمون کی قرآن شریف میں اور بھی آیات ہیں مگر اس مختصر مضمون میں سب کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔

مجھے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو جسمانی امور میں عورت کو مرد کے ساتھ برابری کا درجہ دینے کا اسقدر شوق رکھتے ہیں اُن کے مذاہب میں روحانی امور میں عورت کو بالکل پیچھے ڈالدیا گیا ہے۔ اگر جسمانی امور میں عورت مرد کے برابر نہ ہو تو چنداں ہرج کی بات نہیں مگر اگر روحانی امور میں عورت کو مرد سے نیچے گرا دیا جاتا تو واقعی بڑے ہرج کی بات تھی۔ مگر اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے عورت کا روحانی امور میں مرد کا ہم پایہ ہونا کھلے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ دیکھنے کے لیئے کہ اناجیل نویسوں نے روحانی امور میں عورت سے کیا سلوک کیا ہے صرف مندرجہ ذیل عبارتوں پر ہی نظر کرنا کافی ہے۔

پولوس جس کو محققین نے موجودہ مسیحی عقائد کا بانی قرار دیا ہے عورت کے متعلق لکھتا ہے۔ "چاہیئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت سکھلاوے یا آپ شوہر پر حاکم بن بیٹھے بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ بعد اُس کے حوّاؑ۔ اور آدمؑ نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھاکے گناہ میں پھنسی" (ا تمطاؤس۔ باب ۲۔ ورس ۱۱-۱۴)

پھر پولوس قرنتیوں کی طرف اپنے پہلے خط کے باب ۷ ورس ۲۸ میں لکھتا ہے کہ جو لوگ بیاہ کرتے ہیں وہ گنہگار تو نہیں مگر وہ جسم میں دُکھ اُٹھائیں گے۔ اس سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ نکاح کو کس نظر سے دیکھتا تھا۔

پولوس مندرجہ بالا عبارت میں عورت کے لیئے یہ روا نہیں رکھتا کہ اُس کو دینی علم حاصل کرنے کی پوری آزادی دیجاوے۔ وہ عورت کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دینی علم حاصل کرنیکے وقت کچھ بولے بلکہ اُس کا فرض ہے کہ ایک بے زبان حیوان کی طرح چپ چاپ بیٹھی رہے ہم پولوس کے اس قول کی فلاسفی سمجھ نہیں سکتے تعجب ہے کہ اگرچہ پولوس نے صریح الفاظ میں منع کیا ہے کہ عورت کسی کو دینی تعلیم نہ دے پھر بھی آجکل مشنری لیڈیاں جوق درجوق دیہات اور شہروں میں مسیح کی منادی کرنے اور لوگوں کو دینی تعلیم دینے کے لیئے پھرتی نظر آتی ہیں۔ ہم پادری صاحبان سے سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ صریحاً پولوس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا وہ صریح الفاظ میں حکم نہیں دیتا کہ کوئی عورت دوسرے کو دینی تعلیم نہ دے۔ مگر باوجود اس تعلیم کے ہزاروں لیڈیاں غیر ملکوں میں لوگوں کو دین سکھانے کے لیئے جاتی ہیں اور اُنپر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ پولوس کے حکم کے مطابق چاہیئے کہ ان سب کو فوراً واپس بھیجدیا جائے اور آئیندہ اس فعل سے روکدیا جاوے یہ ایک بدعت ہے جس کا ارتکاب نئے عہدنامہ کے رو سے ایک سخت گناہ ہے۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو پادری صاحبان کی توجہ کے لیئے ہم نے لکھدیا ہے۔ ہم پھر اصل امر کی طرف رجوع کرکے کہتے ہیں کہ پولوس نے عورت کے معلمہ ہونے کو تو ناجائز ٹھہرایا ہی تھا۔ یہ سمجھ نہیں آتا کہ اُس نے اُس سے دینی علم کے حاصل کرنیکے رستہ میں کیوں روک ڈالدی اور کیوں حکم دیا کہ اُس کو سیکھنے کے وقت بولنے کی اجازت نہیں۔ پھر سوائے اس کے دنیا میں جسقدر گناہ ہے اُس کا بانی عورت کو ہی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ مسیحی صاحبان کا عقیدہ ہے کہ جسقدر گناہ دنیا میں آیا وہ عورت کے ذریعہ ہی سے آیا۔ اُنکے نزدیک گناہ ایک ورثہ ہے جو انسان نے اپنی ماں حوّا سے حاصل کیا۔ اس طرح مسیحی لوگ اپنے مقتدا پولوس کے قول کی پیروی کرکے عورت کی عزت پر سخت حملہ کرتے ہیں؛

۱- قرنتیوں میں جو خیال عورت کی نسبت پولوس نے ظاہر کیا ہے وہ کچھ کم برا نہیں وہ اُسکو نوع انسان

کے لیئے جسم کے دُکھ کا موجب سمجھتا ہے اور اُس کے نزدیک یہ بہتر ہے کہ انسان تجرد کی زندگی اختیار کرے۔ اُس کے خیال میں عورت اور مرد کا جوڑ ایک ایسی بُرائی ہے جسے انسان کو مجبورًا اختیار کرنا پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکی وجہ سے مرد کو جسم کا دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے اس طرح پولوس اور اُسکی پیروؤں نے روحانی ترقی کا دروازہ عورت پر ہمیشہ کے لیئے بند کر دیا ہے۔ اور خود یسوع کا نمونہ اور جو نامناسب سلوک اُس نے اپنی ماں کے ساتھ کیا وہ اس مقدس گروہ کے خیالات کی تائید کر رہا ہے۔ آج اگر بعض مسیحی صاحبان عورت کے حقوق پر زور دیتے ہیں تو ہمارا یہ حق ہے کہ ہم اس کو کسی بیرونی اثر کا نتیجہ سمجھیں۔ اور وہ اثر اسلامی تعلیم کا ہے کیونکہ مسیحی اور مسلمان عرصہ دراز سے باہم میل جول رکھتے آئے ہیں۔ ان کے بزرگ عورت کی نسبت جس قسم کا خیال رکھتے رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل اقوال سے ہویدا ہے۔

سینٹ برنارڈ کہتا ہے "عورت شیطان کا ہتھیار ہے"

سینٹ اینٹونی کہتا ہے "عورت شیاطین کے ہتھیاروں کی کان ہے۔ اُس کی آواز سانپ کا چلچلانا ہے"

سینٹ بوناوینٹر کہتا ہے "عورت ایک بچھو ہے جو ڈسنے کے لیئے ہمیشہ تیار رہتا ہے وہ شیطان کا نیزہ ہے"

سینٹ سائپرین کہتا ہے "عورت وہ ہتھیار ہے جس کو شیطان ہماری روحوں پر قبضہ حاصل کرنے کے لیئے استعمال کرتا ہے"

سینٹ جیروم کہتا ہے "عورت شیطان کا دروازہ ہے۔ ظلم کی سڑک ہے اور بچھو کا نیش ہے"

سینٹ جاہن دمشقی کہتا ہے "عورت جھوٹ کی بیٹی ہے۔ دوزخ کا سپاہی اور امن کا دشمن ہے۔ اُسی کے ذریعہ انسان نے بہشت کو کھویا۔ تمام وحشی درندوں میں سے

عورت سب سے زیادہ خطرناک ہے ؛

سینٹ گریگری اعظم کہتا ہے ۔ "عورت سانپ کی زہر رکھتی ہے اور اژدہا کا کینہ"
مگر قرآن شریف کے رُو سے، وہ سب مونسوں سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ گناہ سے بچنے اور تقویٰ کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہ مرد کی ہمراز اور تمام اچھے اور مفید اثروں کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ وہ محبت کا سرچشمہ ہے اور چھوٹے بچوں کی مربّی اور اُن کو نیک باتوں کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔ میَنے اپنی پیاری ماں کے زانوؤں پر بیٹھکر سب سے پہلے اپنے خالق کا نام سیکھا۔ اور اُسی کی آرام دہ گود میں مَیں نے توحید کا کلمہ پڑھا۔ جو کہ اسلامی تعلیم کا مغز اور خلاصہ ہے ؛

ممکن ہے کہ یہاں کوئی ایسا شخص جو عمیق نظر نہیں رکھتا یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ عورت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کو روحانی ..... حقوق حاصل ہیں۔ مگر رسالت کے عہدہ سے وہ محروم رکھی گئی ہے۔ اس اعتراض کی بنا اس غلط خیال پر ہے کہ رسالت بھی انسان کی روحانی ترقیات کا ایک درجہ ہے۔ رسالت کوئی ایسا مرحلہ نہیں ہے جو ہر ایک انسان کو اپنی روحانی تکمیل کے اثنا میں طے کرنا پڑتا ہو۔ تمام انسان رسول بنکر دنیا کی طرف مبعوث نہیں ہوسکتے۔ انسان کی روحانی ترقی کا آخری مرحلہ اعلیٰ درجہ کا مکالمہ الٰہی ہے اور یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس کو ہر ایک انسان خواہ مرد ہو یا عورت حاصل کرنیکی یکساں قابلیت رکھتا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ دنیا میں روحانیت کا قحط ہوتا ہے خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں میں سے جو روحانیت کے اس اعلیٰ مرتبہ پر پُہنچے ہوئے ہوتے ہیں ایک کو چُن لیتا ہے اور اُس کے ذریعہ ہدایت کی بارش دنیا پر نازل فرماتا ہے۔ ایسے شخص کو مذہب کی اصطلاح میں رسول کہتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو روحانی مدارج میں سے کوئی درجہ ہو۔ یہ صرف ایک خاص واسطہ ہے جس کو ضرورت کے وقت خدائے تعالیٰ کام میں لاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا عہدہ ہے جسکے لئے عورت موزون نہیں۔ ایک عام مجمع میں عورت کے خط وخال اور اُس کا حسن عام لوگوں کے لیئے ٹھوکر کا موجب ہونگے اور بجائے اس کے کہ وہ ایک رسول کی طرح ایک روشنی کی مشعل لوگوں کے آگے پیش کرے وہ دنیا کے لیئے فتنہ کا موجب ہوجائے گی۔ اس لیئے

رسالت کا عہدہ صرف مرد کے لیئے خاص ہے مگر اس سے عورت کی روحانی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔

الغرض روحانی ترقی کے لیئے عورت اور مرد دونوں کو یکساں موقعہ دیا گیا ہے روحانی ترقی ہی اس دنیا میں انسان کا بڑا کام ہے اور صرف اسلام نے ہی اس کام میں عورت اور مرد کے پلڑے کا برابر ہونا کھُلے طور پر بیان کیا ہے۔ مسیحی اور دیگر مذاہب نے عورت کی روحانیت کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے۔ بلکہ انہوں نے عورت کو روحانی ہستیوں کی فہرست میں شامل کرنے سے مضائقہ کیا ہے۔ اور یہ بات ہمیں اور بھی عجیب معلوم ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہی مذاہب کے پیرو آجکل جسمانی اور مادی امور میں مرد و عورت کی پوری مساوات پر بہت زور دیتے ہیں۔ دنیا کے جدوجہد میں کمزور طاقتور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ضروری ہے کہ طاقتور کمزور سے آگے نکل جائے۔ اور آجکل لوگوں میں عورت کو جسمانی اور مادی امور میں مرد کے برابر بنانے کا اسقدر جوش پھیلا ہوا ہے کہ انہوں نے اُس پہلو کو بالکل بھلا دیا ہے جس میں مرد و عورت درحقیقت مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔ یعنی روحانی پہلو ۔

مرد کا سلوک عورت کے ساتھ

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام مرد کو عورت کے ساتھ کیسا سلوک کرنیکا حکم دیتا ہے ناظرین کو سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اسلام جسکی لاٹھی اُسی کی بھینس کی تعلیم نہیں دیتا اگر مرد عورت کی نسبت زیادہ طاقتور ہے تو اسکی یہ طاقتوری اسکو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ عورت پر تشدّد کرے اور اپنی طاقت کا گھمنڈ دکھلائے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (سورۃ نساء۔ آیت ۳۲)

جس چیز کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُس کی تمنا نہ کرو۔ مردوں کے لیئے حصّہ ہے اُس چیز سے جو انہوں نے کمایا اور

عورتوں کے لیئے حصہ ہے اُس چیز سے جو انہوں نے کمایا (یعنی ہر ایک کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا - خواہ مرد ہو یا عورت) اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل مانگو - اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ۔ اس آیہ کریمہ میں عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ مردوں کی نسبت اپنی جسمانی کمزوری کی وجہ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور نہ مرد کو اپنی جسمانی فضیلت کی وجہ سے مغرور ہونا چاہیئے - کیونکہ یہ فرق جو دونوں میں بظاہر نظر آتا ہے وہ انسان کے اصل مقصد زندگی کے حاصل کرنے پر کچھ اثر نہیں ڈالتا - اصلی غرض تقویٰ ہے اور جسمانی حالت خواہ کمزور ہو یا مضبوط اس مقصد پر کچھ اثر نہیں ڈالتی - ہر ایک کو اُس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا - اس لیئے دونوں کو یکساں حکم ہے کہ وہ نیکی میں ترقی کریں - ہر ایک اپنے دائرہ کے اندر تقویٰ کی راہ پر قدم مارے اور خدائے تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے جو ہر ایک کی کمزوریوں اور فضیلتوں کا پورا پورا علم رکھتا ہے اور دونوں کو حکم ہے کہ وہ خدا کا فضل طلب کریں -

اب یہ دیکھنا آسان ہے کہ مرد اور عورت سے ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنے اور کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ گذارہ کرنے کی اُمید رکھی گئی ہے دونوں نے اپنے اپنے اعمال کا پھل پانا ہے اس لیئے ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کی حقارت کرے یا اُس پر اپنی بڑائی ظاہر کرے ۔

آؤ اب ہم دیکھیں کہ مرد اور عورت کے باہمی سلوک کے بارے میں پولوس کیا تعلیم دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ جیسا کلیسیا مسیح کے ماتحت ہے ایسا ہی ہر ایک بات میں عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ماتحت ہونا چاہیئے - اب ہم پوچھتے ہیں کہ آجکل جو ولایت میں عورتوں کے ممبر پارلیمنٹ ہونیکے بارے میں تحریک جاری ہے کیا وہ پولوس کی اس تعلیم کے مطابق ہے - اگر پولوس کو موجودہ زمانہ کا علم ہوتا جبکہ عورتیں ہر ایک امر میں مردوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں تو وہ اس قسم کے کلمات کو مُنہ سے نکالنے کی جرأت نہ کرتا بلکہ زیادہ احتیاط سے کام لیتا - اس قسم کے فقرے پڑھکر آجکل کی ولایتی لیڈیوں کے دلوں پر ضرور سخت چوٹ لگتی ہوگی کیونکہ وہ اب مرد کی کسی امر میں بھی ماتحتی اختیار کرنا ہتک کا موجب

یقین کرتی ہیں۔ پھر جیسا کہ میں پہلے پولوس کا قول نقل کر چکا ہوں وہ کہتا ہے کہ "عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت سکھلاوے یا اپنے شوہر پر حاکم بن بیٹھے بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا بعد اُس کے حوّا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی" پھر پولوس ۱۔ قرنتیوں باب ۱۴۔ ورس ۳۴ و ۳۵ میں لکھتا ہے "تمہاری عورتیں کلیسیے میں چپکی رہیں کہ انہیں بولنے کا حکم نہیں ہے بلکہ چاہیئے کہ فرمانبردار رہیں جس طرح شریعت میں بھی لکھا ہے اور اگر وے کچھ سیکھا چاہیں تو گھر میں اپنے خصم سے پوچھیں کیونکہ شرم کی بات ہے کہ عورتیں کلیسیے میں بولیں"۔ اس بات کی وجہ کہ کیوں عورت مرد کی دائمی غلام مسیحی مذہب میں قرار دی گئی ہے یہ ہے کہ پولوس کے قول کے مطابق "آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کر گناہ میں پھنسی"۔

پولوس یہ فتویٰ اپنی طرف سے نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے کہ ہماری شریعت کا یہی فتویٰ ہے۔ دیکھو اسلامی تعلیم اور مسیحی تعلیم میں کس قدر فرق ہے۔ مسیحی مذہب کے نزدیک عورت کی حیثیت ایک غلام سے بھی بدتر ہے اور اُس کے لیئے حکم ہے کہ خواہ پسند کرے یا نہ کرے نہایت کمینگی کے ساتھ مرد کے آگے دست بستہ کھڑی رہے یہانتک کہ دینی تعلیم حاصل کرتے وقت یا عبادت کے وقت اُس کی کیا مجال ہے کہ اپنی زبان بھی ہلائے۔ برخلاف اس کے قرآن کریم نے اس ظاہری جسمانی فرق کو جو مرد و عورت میں پایا جاتا ہے یہ کہکر بالکل بے حقیقت کر دیا ہے کہ اُن کی قسمت کا فیصلہ اُنکے اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہو گا۔ اس لیئے درحقیقت اسلام کے رو سے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں اور وہ دونوں مساوات کی پٹڑی پر کھڑی ہیں۔ کسی کو حق نہیں کہ دوسرے پر کسی فوقیت کا فخر کرے کیونکہ زندگی کی اصل غرض یعنی نجات کے حاصل کرنے میں دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں اور ہر ایک کا برابر فرض ہے کہ اپنی اپنی نجات کی آپ فکر کرے اور مرد کو کوئی اختیار نہیں کہ عورت کو اُسکے منشاء اور خواہش کے برخلاف اپنی ماتحتی کے شکنجے میں جکڑے رکھے۔ مگر مسیحی مذہب زندگی بھر کے لیئے عورت کو مرد کا بے بس غلام اور بے کس خادم قرار دیتا ہے اور اُس کی کوئی علیحدہ حیثیت قائم نہیں رکھتا۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (سورہ نساء-۱)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس کا اُس کا جوڑا بنایا اور اُن دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور رحموں کے معاملہ میں تم تقویٰ سے کام لو اور یاد رکھو کہ خدائے تعالیٰ تم پر نگران ہے (یعنی وہ دیکھتا ہے کہ تم رحموں یعنی عورتوں کے تعلقات میں کہاں تک تقویٰ سے کام لیتے ہو)

ان آیات میں مرد کو سخت تاکید کی گئی ہے کہ وہ عورتوں سے نیک سلوک کرے اور جو جسمانی طور پر اُسکو ضرورۃً عورت کی نسبت زیادہ طاقت دی ہے اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر عورت کو دُکھ نہ دے یہاں ان کو بتلایا گیا ہے کہ مرد اور عورتیں ایک ہی منبع سے نکلی ہیں اور وہ ایک ہی جنس کی مخلوق ہیں۔ اسلیئے ایسا نہ ہو کہ مرد عورت کو کمزور دیکھکر اُس سے سختی کا برتاؤ کرے یا اُس کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ خدائے تعالیٰ انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ سے ڈرے جو عورت اور مرد دونوں کا خالق ہے اور مرد کو حکم ہے کہ وہ عورت کا احترام اور اکرام کرے۔

مذکورہ بالا آیات میں جو رحموں کے تعلقات کے بارے میں تقویٰ سے کام لینے کا ارشاد ہے یہ اپنے معنوں میں بہت وسیع اور اپنے اطلاق میں بہت فراخ ہے۔ اس میں عورت کے تمام رشتے اور تمام تعلقات اور مختلف قسم کے حالات شامل ہیں خواہ مرد کس حیثیت کا ہو۔ بادشاہ ہو یا مزدور اور خواہ اُس کے حالات کسی قسم کے ہوں اُس کا فرض ہے کہ تمام قسم کے رحم کے رشتوں کا احترام کرے۔ اور اپنی والدہ۔ اپنی بیوی۔ اپنی ہمشیرہ۔ اپنی لڑکی وغیرہن کا پورا پاس کرے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مرد اُنکے کسی حق کو تلف کرے اور اُن کے اکرام و احترام میں کسی قسم کا فرق کرے۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً۔ اور خدائے تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک نشان یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے بی بیاں پیدا کی ہیں تاکہ تم کو اُن کے ذریعہ سکینت اور آرام حاصل ہو اور خدائے تعالیٰ نے تمہارے یعنی میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت ڈالدی ہے۔ (سورہ روم)

اس آیہ کریمہ میں خدائے تعالیٰ اُس راحت اور آرام کی طرف توجہ دلاتا ہے جو مرد اور عورت ایک دوسرے کی صحبت سے حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ دونوں ایک دوسرے کی طرف ایک زبردست کشش محسوس کرتے ہیں اور اُن کا باہمی تعلق اُنکے لئے راحت کا سرچشمہ ہے اس لئے یہ بالکل درست ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار کا برتاؤ کریں۔ خدائے تعالیٰ مندرجہ بالا آیت میں مرد اور عورت کے باہمی تعلق کی کیا ہی سچی حقیقت ظاہر کرتا ہے۔ اس کے رُو سے ضروری ہے کہ انکے سارے تعلقات محبت کی حکومت کے نیچے ہوں۔ قرآن شریف یہ نہیں کہتا کہ عورت اور مرد کے تعلقات ایسے ہوں جیسے ایک غلام اور اُس کے مالک کے تعلقات ہوتے ہیں بلکہ فرماتا ہے کہ اُن کے تعلقات کی بنا محبت اور رحمت پر ہونی چاہیئے۔ مرد کو اپنی بیوی سے حاکمانہ رعونت کے ساتھ پیش نہیں آنا چاہیئے اور اُس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اس خیال کی بنا پر نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ حاکم ہے اور اُس کی بیوی محکوم بلکہ چاہیئے کہ اُنکے باہمی تعلقات میں محبت اور پیار کی روح کام کرے۔

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ یہاں خدائے تعالیٰ مرد کو حکم دیتا ہے کہ جو اُس کو عورت کی نسبت بعض بہتر قوٰی عطا کیئے گئے ہیں اُن کو نیک طور پر استعمال کرے اور عورت کو ایسی علم کے حاصل کرنے میں مدد دے جو اُس کو تقویٰ کی راہوں پر چلنے کے لئے مفید ہو

اور اس طرح اُس کے دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ٹھہرے۔ خدائے تعالیٰ کی کتاب نے
پولوس کی طرح اس بات پر زور نہیں دیا کہ چونکہ مرد عورت کی نسبت زیادہ قوی ہے
اس لیئے وہ اس قوت کو عورت پر حکومت کرنے اور اُسپر اپنا بے جا رُعب بٹھانے
میں خرچ کرے بلکہ اُس کے لیئے ایک ایسی راہ تجویز کی ہے جہاں وہ اپنی طاقت کو
بہترین طریق پر خرچ کر سکتا ہے اور عورت کو تقوی کی راہوں پر چلنے میں مدد دے
سکتا ہے مرد کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو گناہ کی راہوں پر چلنے سے
روکے جسکا نتیجہ جہنم کی آگ ہوتا ہے۔ آدمی کو صرف اپنے لیئے ہی جنت حاصل
کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے متعلقین کو بھی اپنے ساتھ بہشت
میں پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ وہ اُسی صورت میں کر سکتا ہے کہ اپنی خود
غرضی کو چھوڑے اور اپنے متعلقین کو جہانتک ممکن ہو خدائے تعالیٰ کی کتاب پر
عمل کرنے میں مدد دے۔ مرد کو اپنی بیوی بچوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ وار بنایا گیا
ہے مگر اس میں کسی قسم کی ناجائز سختی کو روا نہیں رکھا گیا بلکہ محبت اور مہربانی کے
ساتھ اس غرض کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مَیں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مذہب مرد کی نظر میں عورت کی وقعت
کو اس قدر نہیں بڑھاتا جس قدر کہ قرآن کریم بڑھاتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے بعض
پیرو عورت کے حقوق پر آجکل بڑا زور دیتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اُن کا یہ زور دینا اُنکے
اپنے مذہب کی کسی ہدایت کی بنا پر نہیں ہے۔

سوشل حقوق

اس کے بعد جو بات غور کے قابل ہے وہ عورت کے سوشل حقوق ہیں۔ اس
مضمون پر بحث کرنے سے پہلے مَیں جائز فخر کے ساتھ کہوں گا۔ کہ تمام مذاہب میں سے
صرف ایک ہی مذہب ہے جس نے عورت کو سوشل حقوق دیئے ہیں اور عورت کو سوسائٹی
کا ایک ضروری جزو ٹھہرایا ہے اور وہ اسلام ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو یاد رکھنا

چاہیئے کہ جسقدر ایک شخص ایک سوسائٹی کے کاموں میں حصہ لے اُسی کے مطابق اُس سوسائٹی میں اُس کا حق قائم ہوتا ہے۔ سوسائٹی میں ایک شخص کا درجہ قائم کرنے میں اس امر کا بڑا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ وہ شخص سوسائٹی کے لیئے کسقدر محنت خرچ کرتا ہے اور وہ کس قسم کا کام ہے جو اُسے کرنا پڑتا ہے اس لیئے یہ ضروری نہیں کہ سوسائٹی کے تمام افراد کے حقوق بالکل مساوی ہوں اور نہ ایسا کرنا مناسب ہے اور نہ ہی ممکن ہے۔ ایسا کرنا صرف اُسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا جبکہ تمام افراد کی قابلیتیں اور طاقتیں بالکل مساوی اور یکساں ہوتیں۔ مگر چونکہ انسانی سوسائٹی کے ہر ایک فرد کی طاقتیں اور قابلیتیں مختلف ہیں اسلیئے اُن کے حقوق بھی مختلف ہیں؛

سوسائٹی کے کسی فرد کو اُسکے جائز حق سے محروم رکھنا بڑی بے انصافی ہے مگر سوائے اسلام کے باقی مذاہب کا بالکل یہی حال ہے۔ جو لوگ سننا چاہتے ہیں میں انپر یہ ناگوار سچائی ظاہر کروں گا کہ جن کتابوں کے پیرو آجکل مرد اور عورت کے تمام حقوق کی مساوات پر بڑے زور سے لیکچر دیتے ہیں وہ سب کی سب کتابیں عورت کو سوسائٹی کا جزو بھی قرار نہیں دیتیں۔ اُنکے نزدیک سوسائٹی کے اجزا صرف مرد ہی مرد ہیں۔ عورتوں کو سوسائٹی میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ بائبل کے بیانات سے یہی ظاہر ہوتا ہے مگر اگر بائبل نے عورت کے حقوق کو نظر انداز کیا ہے تو قرآن نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے عورت کے متعلق صریح اور مفصل قواعد قائم کیئے ہیں؛

سورہ نساء میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ٥

(ترجمہ) خدائے تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔ مرد کا حصہ دو عورت کے حصے کے برابر ہے۔ اور اگر وہ عورتیں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو انکے لیئے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کے لیئے نصف ہے اور متوفی کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیئے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اُس کی اولاد ہو اور اگر اُس کی اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ ہی اُسکے وارث ہوں تو اُسکی ماں کے لیئے ایک تہائی حصہ ہے اور اگر اُسکے بھائی بھی ہوں تو اُس کی ماں کے لیئے چھٹا حصہ ہے۔ مگر یہ تقسیم اُس وصیت کے بعد ہو گی جو متوفی کر جائے ایسا ہی اس تقسیم سے پہلے اگر متوفی کے ذمہ کچھ قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے گا۔ تم نہیں جانتے کہ تمھارے باپوں اور بیٹوں میں سے نفع کے لحاظ سے کون زیادہ قریب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے؛

اسکے آگے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ (ترجمہ) اور جو کچھ تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں اُس کا نصف حصہ تمھارے لیئے ہے اگر اُنکی اولاد نہ ہو اور اگر اُنکی اولاد ہو تو جو کچھ وہ چھوڑ جائیں اُس کا چوتھا حصہ تمھارے لیئے ہے وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض کے بعد۔ اور جو کچھ تم چھوڑ جاؤ اُس کا چوتھا حصہ تمھاری بی بیوں کیلیئے ہے اگر تمھاری اولاد نہ ہو اور اگر تمھاری اولاد ہو تو جو کچھ تم چھوڑ جاؤ اُس کا آٹھواں حصہ تمھاری بی بیوں کے لیئے ہے وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض کے بعد۔ اور اگر متوفی ایسا مرد ہو کہ نہ اُسکے والدین زندہ ہوں اور نہ اولاد ہو یا ایسی عورت ہو اور اُس کا ایک بھائی ہو یا ایک بہن پس ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیئے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تیسرے حصہ میں برابر

شریک ہیں متوفی کی وصیت یا قرض کے بعد جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور تحمل والا ہے۔

یہ احکام جو میراث کے متعلق ہیں نہایت وضاحت کے ساتھ عورت کے حقوق کو ظاہر کرتے ہیں اور جہاں سے مرد کو حصہ دیا گیا ہے وہاں عورت بھی حصہ دار ہے وہ ہر ایک مال میں مرد کے ساتھ شریک اور حصہ دار ہے۔ اگر مرد کو باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ خاوند۔ وغیرہ کی حیثیت سے حقدار ٹھہرایا گیا ہے تو عورت کو بھی ویسے ہی ماں۔ لڑکی۔ بہن اور بیوی وغیرہ کی حیثیت سے حصہ دار مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرد ایک مال کا مالک ہو سکتا ہے ایسا ہی عورت بھی مستقل طور پر اپنے مال کی مالک ٹھہرائی گئی ہے اور مرد کا کوئی اختیار نہیں کہ اس کے حق کو کسی طریق سے دبا لے۔

اسی سورہ شریفہ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا ؕ اے ایمان والو تمھارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث ہو جاؤ۔ دیکھو اسلام میں عورت کیسی مستقل حیثیت رکھتی ہے اسکی حیثیت ایسی نہیں رکھی گئی جیسی کہ ایک غلام کی ہوتی ہے بلکہ وہ مرد کی طرح ایک آزاد حیثیت رکھتی ہے۔

اسی طرح طلاق کے وقت بھی مرد کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے مال میں سے کچھ لے سکے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَہٗ بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ○ اور اگر تم ایک عورت کو طلاق دیکر اس کی جگہ دوسری جورو کرنی چاہو اور انہیں سے ایک کو تم مال کا ایک خزانہ بھی دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس مال کو بہتان لگا کر اور صریح گناہ کا مرتکب ہو کر لوگے؟

عورت مرد کے یعنی اپنے خاوند کے مال کی وارث ہو سکتی ہے اور مرد عورت کے مال کا وارث ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی اور مذہب دنیا میں ہے یا کوئی اور کتاب روئے زمین پر ہے جس نے عورت کو ایسی مستقل حیثیت دی ہو۔ ہم بڑی جرأت اور بڑے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ اور کوئی ایسی کتاب نہیں۔ کیا دنیا میں کوئی مذہب ہے جو ہمارے اس دعویٰ کی تردید کر سکے۔

پھر دنیا کے کاروبار میں جس قدر عورت حصہ لیتی ہے اسی کے مطابق میراث میں اسکا حصہ مقرر

کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورت کے لیئے یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ ایک طرف تو وہ مرد کے ساتھ میراث سے حصہ حاصل کرتی ہے دوسری طرف اُس کے اخراجات کا ذمہ وار بھی مرد کو ہی بنایا گیا ہے۔ اسی طرح اپنے بچوں پر بھی اُس کو اپنے مال میں سے کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا کیونکہ بچوں کا متکفل بھی مرد کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ عورت جائداد رکھ سکتی ہے مگر اُس کو نہ اپنے آپ پر کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے اور نہ اپنے بچوں پر۔ ان کے کل اخراجات کا ذمہ وار مرد ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی رعایت ہو سکتی ہے۔ پھر اُس پر طرفہ یہ کہ نکاح کے وقت اُسکے لیئے ایک رقم بطور مہر کے مقرر کی جاتی ہے جس کی مقدار خاوند کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے اور مرد کا فرض ہے کہ وہ ساری رقم اپنی بیوی کو ادا کرے۔ غرض جس قدر ذریعے مال حاصل کرنے کے ہیں وہ عورت کیلیئے کھلے ہیں کسی طرح سے اُسکو محروم نہیں رکھا گیا۔ جہاں جہاں میراث سے حصہ لینے کا مرد کو حق ہے وہاں وہاں عورت کو بھی حق ہے اور مہر کی رقم اس کے علاوہ ہے مگر عورت پر کوئی خرچ لازم نہیں ٹھہرایا گیا۔ بلکہ کل اخراجات کا ذمہ وار مرد ہے۔ اور کسی مرد کو حق نہیں کہ وہ عورت کے مال میں سے اُس کی مرضی کے خلاف کچھ لے سکے خواہ وہ مرد اس عورت کا باپ ہو یا بھائی۔ بیٹا ہو یا خاوند۔ اسقدر تو وراثت کے متعلق تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ قرآن شریف نے مرد اور عورت کے حقوق کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔ جیسے عورتوں کے ذمہ مردوں کے حقوق ہیں ایسا ہی مردوں کے ذمہ عورتوں کے متعلق حقوق ہیں۔ معروف طریق کے ساتھ۔ اور مرد عورتوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔ اس آیۂ کریمہ میں مرد اور عورت دونوں کو یکساں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حق معروف اور انصاف کے طریق کے ساتھ ادا کریں اور مرد کو بتلایا گیا ہے کہ اگرچہ اُس کو جسمانی اور عقلی جہت سے عورت پر فوقیت ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف عورت کے ذمہ ہی اُسکے حقوق ہیں بلکہ جیسے عورت کے ذمہ مرد کے حقوق ہیں ایسا ہی مرد کے ذمہ بھی عورت کے حقوق ہیں اور ان حقوق کو انصاف کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ مرد چونکہ زیادہ مضبوط ہے اس لیئے اُس کو خصوصیت کے ساتھ سمجھایا گیا ہے کہ وہ عورت کے حقوق کی انصاف کے ساتھ نگاہداشت

کرے عورت کو ایک کمینہ خادم قرار نہیں دیا گیا ہے جس کی زندگی مرد کے رحم پر موقوف ہو۔ بلکہ اُس کو ایک مستقل حیثیت دی گئی ہے اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسکو مرد کے پاؤں میں نہیں ڈالا گیا۔ بلکہ دونوں کے ذمہ ایک دوسرے کے حقوق رکھے گئے ہیں اور اس طرح اُنکا گذارہ آرام کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد عورتوں کے سوشل حقوق میں سے سب سے زیادہ ضروری امر طلاق کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ پر پہلے اسی رسالہ میں مبسوط بحث ہو چکی ہے اس لئے اسوقت اسپر کوئی مفصل بحث کرنیکی ضرورت نہیں۔ اس جگہ صرف قرآن شریف کی بعض آیات بمعہ ترجمہ نقل کر دینا کافی ہوگا تاکہ ناظرین خود دیکھ لیں کہ طلاق کے احکام میں کسقدر انصاف سے کام لیا گیا ہے اور عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کی گئی ہے اور کہانتک اُس کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے (۱) لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

ترجمہ۔ جو لوگ اپنی عورتوں سے قسم کھا لیتے ہیں وہ چار مہینے انتظار کریں اور اگر وہ (اس عرصہ میں) پھر آویں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے۔ (یعنی رجوع کرنیکی صورت میں خدائے تعالیٰ اُنکی غلطی کو معاف کر دیگا) اور اگر وہ طلاق دینے کا مصمم ارادہ کرلیں تو خدائے تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے (یعنی وہ جانتا ہے کہ طلاق دینے والا ظلم سے کام لے رہا ہے یا سچے عذر کی وجہ سے طلاق دینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس لئے طلاق دینے والا خدائے تعالیٰ کے خوف کو نہ بھلائے) اور جن عورتوں کو طلاق دیا جاوے وہ تین طہر یا تین حیض تک اپنے تئیں روک رکھیں اور اگر اُن کو اللہ اور آخرت پر ایمان ہے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُنکے پیٹوں میں پیدا کیا ہو اُسکو چھپانا اُنکو درست نہیں اور اُنکے خاوندوں کو اُس مدت کے اندر اپنی عورتوں کو پھر لینے کا زیادہ حق ہے اگر وہ ملاپ کرنا چاہیں (یہاں مردوں کو بھی

اصلاح - بابت صفحہ ۶ سطر ۱۱ (سنے غلطی)

ترغیب دی ہے کہ تین طہر یا تین حیض کے عرصہ کے اندر وہ عورتوں کی طرف رجوع کرلیں حتی الوسع طلاق سے اپنے تئیں روکیں) بقرہ۔ رکوع ۲۸

(ب) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ بقرہ رکوع ۲۹-۳۰

طلاق دو بار ہے پھر دو طلاقوں کے بعد یا تو نیک طریق کے ساتھ اپنی بی بی کو اپنے پاس رہنے دے یا احسان کے ساتھ اُس کو رخصت کردے۔ اور تمھارے لیئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم اُنکو دے چکے ہو اُس میں سے کچھ پھیر لو مگر جب میاں بی بی دونوں کو ڈر ہو کہ اللہ کے حکموں پر نہیں چل سکیں گے۔ پھر اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ میاں بی بی اللہ کے حکموں اور قاعدوں پر نہیں چل سکینگے تو اگر عورت اپنا پیچھا چھڑانے کے لیئے کچھ دے تو اُن دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اُن سے آگے مت بڑھو یعنی اُنکا خلاف نہ کرو اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے بڑھ جاوے

تو ایسے ہی لوگ گنہگار ہیں۔ اب اگر پھر تیسری بار اُسکو طلاق دیا تو وہ عورت اُسپر حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ اب اگر دوسرا خاوند اُس کو طلاق دیدے تو پہلا میاں اور یہ بی بی پھر ملاپ کر سکتے ہیں اگر دونوں یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چل سکیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جنکو سمجھ والوں کیلیئے وہ بیان کرتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دو (یعنی ایک یا دو) اور عدت پوری ہونے لگے تو اچھے طریق کے ساتھ اُنکو رکھ لو یعنی پھر ملاپ کر لو یا اچھے طریق کے ساتھ رخصت کر دو۔ اور تنگ کرنیکے لیئے ظلم کی نیت سے اُنکو اٹکائے نہ رکھو اور جو کوئی ایسا کرے اُس نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں سے ٹھٹھا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا اُس کو یاد کرو اور جو تم پر کتاب اور حکمت تمھارے سمجھانیکیلیئے اُتاری اُسکو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور جب عورتوں کو طلاق ہو جاوے پھر اُنکی عدت پوری ہو جائے تو اُن کو (پہلے) دوسرے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنیسے مت روکو اگر اچھے طریق کے ساتھ آپس میں رضامندی ہو جائے۔ اِن حکموں سے اُسی کو نصیحت ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہے۔ یہ حکم تمھارے لیئے بہت مفید اور بہت پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ؀

(ج) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (بقرہ - ۳۰) اور جو شخص اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو مائیں دو برس تک دودھ پلائیں اور بچہ کے باپ کو اچھے طریق کے ساتھ اُنکو کھانا کپڑا دینا ہوگا (خواہ اُس عورت کو طلاق دے چکا ہو) کسی شخص کو اُس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہ دی جاوے۔ نہ ماں کو اُس کے بچہ کیوجہ سے نقصان دیا جاوے اور نہ باپ کو اُس کے بچہ کیوجہ سے اور (بچہ کا باپ نہ ہو تو باپ کے) وارث کے واسطے بھی یہی حکم ہے پھر اگر ماں باپ دونوں اپنی صلاح اور رضامندی

سے (دو برس سے پہلے) . . . . دودھ چھڑانا چاہیں تو کچھ گناہ اُنپر نہ ہوگا ؛

(د) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (بقرہ - ۳۱) اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور مہر ٹھہرانے کے آگے ہی طلاق دیدو تو کچھ گناہ تمپر نہ ہوگا (مگر پھر بھی) اُنکو کچھ تحفہ دو۔ امیر اپنی حیثیت کے موافق اور غریب اپنی حیثیت کے موافق یہ تحفہ اچھے طریق سے دینا نیک لوگوں پر فرض ہے اور اگر چھونے سے پہلے اُنکو طلاق دو اور مہر ٹھہرا چکے تھے تو جو ٹھہرایا تھا اُس کا نصف ادا کرنا ہوگا مگر جب عورتیں خود معاف کردیں یا وہ شخص معاف کردے جس کے اختیار میں نکاح باندھنا ہے۔ اور معاف کردینا پرہیزگاری سے بہت نزدیک ہے اور آپس میں (مرد و عورت) ایک دوسرے پر احسان کرنا مت بھولو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے ؛

(ھ) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ جو لوگ تم میں سے وفات پاتے ہیں اور بی بیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بی بیوں کے حق میں وصیت کر جاویں کہ ایک سال تک اُن کے وارث اُنکو رکھیں اور گھر سے نکالیں نہیں۔ ہاں اگر وہ خود چلی جائیں تو تمپر کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ وہ اپنے حق میں معروف طریق سے کریں اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے اور متقیوں کا یہ فرض ہے کہ جن بی بیوں کو وہ طلاق دیں اُنکو نیکی کے ساتھ تحفہ دیکر رخصت کریں ؛

یہ آیات خود ایسی واضح ہیں کہ ان پر کچھ مفصل بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

طلاق کی صرف اسی وقت اجازت ہے جب اُسکی ضرورت حد سے بڑھ جاوے اور سوائے جدائی کے اور کوئی علاج باقی نہ رہے۔ مثلاً جب فریقین میں سے ایک دوسرے کا جانی دشمن ہوجائے اور اگر وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں تو خطرہ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیگا ایسی ہی کئی ایسے امور پیش آسکتے ہیں کہ ان دونوں کا ملکر رہنا محال ہوجاوے۔ پھر بھی قرآن شریف نے دونوں کی راہ میں جسقدر ممکن ہوسکتی ہیں ایسی رکاوٹیں ڈالی ہیں کہ جدائی واقع نہ ہو۔ مثلاً اگر میاں بی بی میں کوئی ایسا اختلاف واقع ہو جاوے جس سے انکی جدائی کا خطرہ ہو تو خدائے تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ دونوں کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص بطور حکم کے مقرر کیا جاوے جو دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کریں اسی طرح دونوں کو اور خصوصاً مرد کو تاکید کی گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ڈرے۔ اور ہر ایک امر میں تقوی سے کام لے۔ پھر طلاق کے تین مرحلے قرار دیئے ہیں اور تین طہر یا تین حیض کی عدت مقرر کی ہے تا اس عرصہ میں دونوں کو باہم صلح کرنیکا موقعہ مل جاوے۔ ایسا ہی طلاق سے روکنے کے لیئے مرد کے سر پر مہر کا بوجھ رکھدیا یہ بھی اس لیئے کیا کہ مرد جلد بازی سے اپنی بیوی کو طلاق نہ دیدے۔ غرض جسقدر ممکن ہوسکتی تھیں میاں بی بی کے ایک دوسرے سے جدا ہونیکے راستہ میں روکیں ڈالی گئی ہیں مگر چونکہ بعض اوقات طلاق کے بغیر چارہ نہیں ہوتا اس لیئے طلاق کی بھی اجازت دی ہے۔

نیز یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ طلاق کے احکام یک طرفہ نہیں۔ بلکہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ وہ مرد سے جدائی حاصل کرلے اور اُسکا نام خلع ہے۔ عورت و مرد کے باہمی تعلقات میں جیسا قرآن شریف نے پوری انصاف کو ملحوظ رکھا ہے ایسا انصاف کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ مسیحی مذہب میں اس امر کے متعلق تعلیم ایسی ناقص تھی کہ آخر بہت سی ٹھوکریں کھانے اور بہت سے ناپسندیدہ تجارب کے بعد آخر مسیحی سلطنتوں کے واضعان قوانین کو اپنے مذہب کی مخالفت کرکے قانون طلاق پاس کرنا پڑا کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

ہر چہ دانا کند کند نادان ❊ لیک بعد از ہزار رسوائی

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان

سالانہ جلسہ - سالانہ جلسہ صدر انجمن احمدیہ قادیان جو اخیر دسمبر ۱۹۱۱ء میں ہوا اسکی مختصر رپورٹ گذشتہ ماہ میں شائع ہونی چاہیئے تھی مگر بعض دوسرے ضروری اشغال کی وجہ سے یہ کام وقت پر نہ ہو سکا - اب چونکہ اخباروں میں بھی یہ کیفیت کسیقدر شائع ہو چکی ہے - لہذا میں نہایت اختصار کے ساتھ چند امور اسکے متعلق بیان کروں گا ؛

سالانہ جلسہ پہلے اعلان میں ایک خفیف سی تبدیلی ہو کر بجائے ۲۷ - دسمبر کی صبح کو شروع ہونیکے ۲۶ - دسمبر کو بعد از دوپہر شروع ہوا - اور بجائے ۲۹ - دسمبر کی شام کو ختم ہونیکے ۲۹ - دسمبر کو نماز جمعہ کے ساتھ ختم ہوا - اس سال جو انتظام کھانا کھلانے کا کیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب کو عموماً بہت آرام رہا - گو کام کرنیوالے پہلے بھی ہمیشہ اسی طرح مستعدی سے کام کرتے تھے مگر تقسیم کام ٹھیک نہ ہونیکی وجہ سے اور اسوجہ سے کہ سب مہمانوں کو اکٹھا کھانا کھلایا جاتا تھا اس سے پہلے احباب کو بہت سی تکلیف پیش آتی رہی - اس تکلیف کو دور کرنیکے لیئے اس سے پہلے سالانہ جلسہ کے اختتام پر جملہ احباب اور انجمنوں سے رائے طلب کر کے یہ تجویز سوچ لی گئی تھی کہ کھانا کھلانیکا انتظام ہر جماعت کا خود اس جماعت کے ہاتھ میں رہے - چنانچہ اسی کے مطابق اس سال انتظام رہا اور کام کرنیوالوں کو اس سے بڑھکر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ مہمانوں کو جہانتک ممکن تھا آرام ملا اور کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوئی - اسکے ساتھ ہی یہ بھی انتظام کیا گیا تھا کہ روزانہ مہمانوں کی تعداد معلوم ہوتی رہے اور ہر جماعت میں آنیوالے احباب کے نام بھی لکھ لیئے جاویں - چنانچہ یہ حصہ کام کا بھی بہت ہی سہولت اور آسانی سے ہوتا رہا - گو پہلا سال ہونیکی وجہ سے بعض اسماء لکھنے سے رہ گئے جیسا کہ کھانا کھانیوالے مہمانوں کی تعداد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے ؛

مہمانوں کی آمد ۲۴ - دسمبر کی صبح سے شروع ہو گئی تھی - اور اس تاریخ کی شام تک ۱۷۶ مہمان آچکے تھے - ۲۵ کی شام تک یہ تعداد ۵۲۵ تک پہنچ گئی تھی اور ۲۶ کی شام تک ۱۲۲۴ تک - ۲۷ دسمبر کی شام کو کل تعداد مہمانوں کی ۱۶۰۷ اور ۲۸ - دسمبر کی شام کو ۱۸۰۲ تھی - اور یہی سب سے زیادہ تعداد مہمانوں کی ایک وقت میں تھی - اسکے بعد مہمانوں کی روانگی شروع ہو گئی - چنانچہ ۲۹ - دسمبر کی شام تک

صرف ۶۱۱ مہمان رہ گئے گویا قریب دو تہائی مہمان جمعہ کے دن رخصت ہو گئے تھے۔ اور ۳۰- دسمبر کے بعد صرف دو سو کے قریب مہمان باقی رہ گئے۔ جو باقاعدہ فہرستیں تیار کی گئی تھیں انکے رُو سے کل تعداد مہمانوں کی صرف ۱۵۵۲ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب اڑھائی سو مہمانوں کے نام نہیں لکھے گئے امید ہے کہ آئیندہ اس نقص کی بھی اصلاح ہو جاوے گی۔ ضلع وار آنیوالے مہمانوں کی تعداد کی رو سے سب سے زیادہ مہمان ضلع گورداسپور کے تھے جن کی تعداد ۳۸۸ تھی۔ اسکے بعد ضلع سیالکوٹ کی تعداد ۲۸۰- اور پھر ضلع لاہور کی ۱۴۱ تھی۔ گوجرانوالہ ۱۰۵- لائل پور ۸۰- ہوشیارپور- ۶۴- گجرات ۸۵- امرتسر- ۵۷- فیروزپور ۵۶- شاہپور ۴۰- جہلم ۳۸- جالندھر ۳۷- اضلاع ہندوستان بشمولیت دہلی ۳۷- پٹیالہ - ۳۶- لدھیانہ و مالیرکوٹلہ ۲۷- راولپنڈی بشمولیت کشمیر- ۲۴- ڈیرہ غازیخاں ۱۷- پشاور ۱۴- ملتان ۹- کپورتھلہ ۹- شملہ ۶- جھنگ ۶- کوہاٹ ۵- نابھہ ۴- ہزارہ ۴- حصار ۲- کانگڑہ ۲- منٹگمری ۲- کوئیٹہ ۲- انبالہ ۱- حیدرآباد سندھ ۱
اس ضلع وار تعداد میں اگر کوئی غلطی ہے تو صرف جن احباب کے نام نہیں لکھے گئے انکی تعداد کے لحاظ سے ہوگی ؛

جلسہ میں پہلے دن ابتدائے جلسہ چودھری فتح محمد صاحب بی اے کی تقریر سے ہوئی اس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا وقت تھا مگر انکے تشریف نہ لانیکی وجہ سے انکی تقریر نہ ہوئی انکی بجائے میر ناصر نواب صاحب نے اپنا مضمون پڑھا۔ اور اس کے بعد حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی تقریر کو جو بوجہ بیماری شامل نہ ہو سکے مفتی محمد صادق صاحب نے پڑھکر سنایا۔ بعد ازاں درس قرآن شریف ہوا - ۲۷- دسمبر کو سب سے پہلے شیخ تیمور صاحب ایم اے کی تقریر ہوئی - اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے قریباً اڑھائی گھنٹہ تک تقریر فرمائی- اور ازاں بعد صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی تقریر ہوئی جو قریب شام کے ختم ہوئی - ۲۸- دسمبر کو پہلے جناب مفتی محمد صادق صاحب کی تقریر ہوئی بعد ازاں رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت سال مختتمہ ۳۰- ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء سکرٹری صدر انجمن احمدیہ نے پڑھکر سنائی- اسکے بعد جناب میر حامد شاہ صاحب کی نظم اور اس کے بعد جناب خواجہ کمال الدین صاحب

کی طرف سے اپیل ہوئی - ۲۹ کی صبح کو جناب مولوی صدر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی تقریر ہوئی اور جلسہ بخیر ختم ہوا - ۲۸ اور ۲۹ کی صبح کو علاوہ تقریروں کے چند طلبائے مدرسہ احمدیہ نے عربی اور اُردو میں مضمون حاضرین جلسہ کو سُنائے۔

یہ مختصر کیفیت سالانہ جلسہ کی ہے۔ جن لوگوں نے انتظام جلسہ میں حصہ لیا۔ ان سب کے نام تو لکھے نہیں جا سکتے البتہ تقسیم کام میں جن جن احباب کو خاص خاص کاموں کے ہیڈ بنایا گیا تھا انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں ماسٹر عبد العزیز صاحب مرزا برکت علی صاحب چودھری غلام محمد صاحب بی اے - قاضی سید امیر حسین صاحب - ڈاکٹر شیخ عبد اللہ صاحب سید محمد سرور شاہ صاحب - مولوی شیر علی صاحب - مفتی محمد صادق صاحب - ان احباب نے جس جانفشانی اور شبانہ روز محنت سے کام کیا اسکی جزائے خیر اللہ تعالیٰ انکو دے ان سب کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسے کام لیکر انکے بھائیوں کو انکے ہاتھوں سے آرام پہنچایا۔ اور ان سب کے علاوہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے جس محنت اور جانکاہی سے ایام جلسہ میں کام کیا وہ خاص طور پر قابل شکریہ ہے۔ افسر لنگر خانہ کی حیثیت میں جناب خلیفہ صاحب موصوف نے جس جانسوزی سے کام کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انکی صحت کے خیال سے بعض وقت مجھے اور انکے دوسرے احباب کو انکی خدمت میں یہ عرض کرنا پڑا کہ وہ تھوڑا آرام بھی کر لیا کریں ایسا نہ ہو کہ انکی صحت پر بُرا اثر پڑے ان سب احباب کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی یہ دعا ہے کہ وہ انکو جزائے خیر دے اور آئندہ کیلئے اس سے بھی بڑھکر اپنے بھائیوں کی خدمت کی توفیق انہیں دے - ایام جلسہ میں طلبائے مدرسہ احمدیہ اور طلبائے ہائی سکول نے بھی مہمانوں کی خدمت میں بہت حصہ لیا - جزاہم اللہ خیرا - سالانہ رپورٹ عنقریب طبع ہو کر احباب کی خدمت میں پیش ہو گی ؛

تعمیر مدرسہ :- بورڈنگ ہوس ہائی سکول کا کام تو قریباً ختم ہو گیا جسپر کل خرچ قریباً ۵۲۰۰۰ روپے ہو چکا ہے۔ اسمیں سے گورنمنٹ نے ۲۰۰۰۰ کی امداد کی اور باقی ۳۲۰۰۰ روپے میں سے کچھ حصہ بذریعہ چندہ وصول ہوا اور کچھ بذریعہ فروخت جائداد بیرونی - آنریبل مسٹر گاڈلے ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم اس مدرسہ میں اپنے زمانہ انسپکٹری سے جب وہ دورہ پر

یہاں تشریف لائے تھے خاص دلچسپی لیتے ہیں اور جب کبھی اس مدرسہ کی بہتری کی کوئی تجویز آپکی خدمت میں پیش کی گئی یا گورنمنٹ سے کچھ اعانت کی درخواست کی گئی تو ہمیشہ آپنے نہایت فراخدلی سے اسکی تائید فرمائی اور یہ امر واقع ہے کہ اگر آپکی طرف سے تعمیر بورڈنگ ہوس میں اس قدر امداد کی امید نہ ہوتی تو اتنے بڑے کام کا شروع کرنا مشکل تھا۔ اب بھی صاحب ممدوح کیہر منتھیں ایک درخواست قریباً چھ ہزار روپے کی مزید اعانت تعمیر بورڈنگ کے واسطے پیش کی گئی ہو کیونکہ بروئے قواعد کسی عمارت کے نصف خرچ تک گورنمنٹ اگر چاہے تو مدد دے سکتی ہے اور ہمیں پوری امید ہے کہ صاحب ممدوح اس درخواست کو منظور فرما کر احمدی قوم کو ایک اور شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

یہ بورڈنگ ہوس قریباً پونے دوسو طالب علموں کی رہائش کیلیئے بنایا ہوا تھا۔ اور قبل اسکے کہ اسکی تعمیر سے پوری فراغت ملے ایک سو ساٹھ لڑکے اس میں آچکے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ کام ختم ہونے تک اس کے سارے کمرے بھر جائیں۔ سابقہ بورڈنگ ہوس کے ایک حصہ میں بورڈنگ ہوس مدرسہ احمدیہ رکھا گیا تھا اور ایک حصہ میں کمروں کو کچھ تنگ کرکے ہائی سکول کی جماعتوں کے بٹھانیکا انتظام کیا گیا تھا۔ مگر یہ کیسا اللہ تعالیٰ کا فضل ہو کہ وہ جگہ بھی اب سب پر ہی نہیں ہوگئی بلکہ وہاں بورڈنگ ہوس مدرسہ احمدیہ کیلئے کافی گنجایش ہے اور نہ ہائی سکول کی جماعتیں ان کمروں میں آتی ہیں۔ یہ وسعت مکانات کی ضرورت کا ختم نہ ہونا "وسع مکانک" کے پاک کلام کی صداقت کو ظاہر کرتا ہے جو اسوقت حضرت مسیح موعود کی زبان پر جاری کیا گیا جب یہاں آنیوالوں کا کوئی پتہ اور نشان تھا نہ مکانات کی اس قدر توسیع کی ضرورت کا کسی کو وہم و گمان تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب کے ابتدائی ایام میں مسجد مبارک کا وہ نظارہ دیکھا ہوا ہے کہ جب ۸ فٹ چوڑی اور ۲۴ فٹ لمبی کل ایک مسجد تھی جسمیں کل نمازی سما جایا کرتے تھے۔ اب وہ اس نظارہ کو دیکھکر کہ نہ صرف وہ مسجد ہی اسقدر وسیع ہوئی ہو کہ پرانی مسجد اس کے سامنے ایک کوٹھی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کئی گنی بڑی دو مسجدیں اور بھی ساتھ بن گئی ہیں اور پھر یہ کل کی کل مساجد بھی اب نمازیوں کی کثرت سے تنگ ہو رہی ہیں کسقدر حظ اُٹھا سکتے ہیں۔ درحقیقت مسیح موعود کے الہام کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کے اس فعل کی گواہی کو دیکھکر کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔

غرض جب اس بورڈنگ ہوس کا کام قریباً ختم ہونیوالا تھا۔ تو اسوقت ایک طرف کام کی کثرت سے کچھ فراغت حاصل کرنیکے لیئے اور دوسری طرف اسلیئے کہ تا ہمارے احباب کو چندوں کے غیر معمولی بوجھ سے

کچھ دن آرام مل جائے۔ ارادہ یہ تھا کہ اب تعمیر کے کام کو کچھ عرصہ کے لیئے بند کر دیا جاوے یا کم از کم یہ کہ بہت چھوٹے پیمانے پر جاری رکھا جاوے مگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کا انسان کو پتہ نہیں ہوتا۔ ابھی اس بوجھ کو اتار کر رکھا نہیں تھا کہ ایک طرف ضروریات سلسلہ نے مجبور کیا دوسری طرف محض اللہ تعالیٰ کے فضل نے وہ سامان پیدا کر دیئے کہ تعمیر بورڈنگ کے ساتھ ہی تعمیر مدرسہ کے کام کو شروع کرنیکی ضرورت سمجھی گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے ایک نقشہ عمارت مدرسہ کا جو سکولوں کی عمارتوں میں انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ممتاز ہوگا جس طرح بورڈنگ ہوس کی عمارت اس قسم کی عمارتوں میں ممتاز ہے۔ تیار کرایا گیا ہے۔ اور اب عنقریب اس کام کو شروع کرنیکی ضرورت درپیش ہے بلکہ اینٹ تیار کرانے کا کام تو توکلاً علی اللہ شروع ہو بھی گیا ہے۔ ضروریات کا تو یہ حال ہے کہ نہ ہائی سکول کی جماعتیں موجودہ تنگ کمروں میں سما سکتی ہیں نہ مدرسہ احمدیہ کے نئے بورڈروں کے لیئے کوئی جگہ رہی ہے۔ اور اسپر دقت یہ ہے کہ کوئی عمارت کرایہ پر یہاں اس قسم کی مل نہیں سکتی اسلیئے منتظمین کو سخت مشکلات کا سامنا ہے اور مدرسہ میں جماعت بندی کے بعد جب نئے لڑکے داخل ہونگے یعنی شروع اپریل میں تو مکان کی دقت کے رفع کرنیکی کوئی صورت سردست نظر ہی نہیں آتی بعض جگہ دوستوں کو یہ خیال گذرتا ہے کہ کیوں چندے کی مقدار کو مدنظر رکھکر کام نہیں کیا جاتا مگر انکی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جب ایک کام کو اپنے ذمہ لیا ہے تو اسکو پورا کرنا بھی تو ایک بڑی بھاری ذمہ داری ہے کیا منتظمین اب ان کاموں کو ادھورے چھوڑ کر بیٹھ سکتے ہیں۔ یا آنیوالے طلبار کو یہ کہدیں کہ ہمارے پاس جگہ نہیں اسلیئے ہم داخل نہیں کرتے۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کچھ ایسی اس سلسلہ کے شامل حال ہے کہ جن کاموں کے پورا ہونیکی کوئی ظاہری صورت نظر نہیں آتی انکے لیئے بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کچھ سامان پیدا کر ہی دیتا ہے آج سے تین سال پیشتر کون سے ظاہری سامان تھے جنکی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم اس جنگل میں دو سال کے اندر اندر ساٹھ ستر ہزار کی عمارتیں تیار کرلیں گے۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اب بھی تعمیر مدرسہ کے لیئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کچھ سامان پیدا کر رہا ہے مگر انسے فائدہ اٹھانیکے لیئے ہماری طرف سے بھی ایک سخت کوشش بکار ہے۔ اسلیئے میں اپنے دوستوں کو قبل از وقت یہ خبر دیتا ہوں کہ وہ کمر ہمت کو باندھ لیں۔ اور تیار ہو جاویں۔

بٹالہ سے قادیان تک کی سڑک:۔ اس سڑک کی حالت بوجہ کثرت آمد و رفت چھکڑا گاڑی وغیرہ کے ہمیشہ سے خراب رہی ہے اور اس کا ایک خاص حصہ موسم برسات میں بالکل ناقابل گذر ہو جاتا ہے۔ اس سڑک کے لیئے کم و بیش توجہ حکام کو دیر سے دلائی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

زندگی میں ہی جب فنانشل کمشنر صاحب بہادر نے دورہ میں ایک مقام قادیان کیا تو اسوقت مسٹر ڈکنگ صاحب ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد پر آپکے خدام نے حاضر ہوکر یہ عرض کیا تھا کہ سڑک کے پختہ کرانیکا انتظام کیا جاوے۔ چنانچہ مسٹر ڈکنگ کے زمانہ میں ایک تجویز ریلوے کے جاری کرنیکی بھی یہاں ہوتی رہی۔ مگر اس وجہ سے کہ خرچ زیادہ تھا یہ تجویز بھی تکمیل کو نہ پہنچی اب میجر ایلیٹ صاحب بہادر موجودہ ڈپٹی کمشنر کی تشریف آوری پر جب ۲۹۔ جنوری کو وہ قادیان میں تشریف لائے۔ ایک میموریل سب باشندگان قادیان کی طرف سے تیار کیا گیا۔ اور ۳۰۔ جنوری کو جب صدر انجمن احمدیہ کے ممبران موجودہ قادیان کی ایک منتخب جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی ملاقات کا شرف حاصل کیا تو سکرٹری نے یہ میموریل بھی صاحب بہادر کی خدمت میں پیش کیا۔ جس پر صاحب ممدوح نے یہ وعدہ فرمایا کہ اس سڑک کی درستگی کا حکم تو ہم فی الفور دیدیں گے اور اس کے پختہ کرنیکا کام اُن سڑکوں کی پختگی کے بعد جن کا کام اسوقت تجویز ہو چکا ہوا ہے اور جنپر غالباً ایک سال کا عرصہ لگیگا۔ شروع کرا دیا جاوے گا۔ اور صرف اسیقدر نہیں بلکہ فی الفور آپنے ایک حکم ڈسٹرکٹ انجنیر صاحب گورداسپور کے نام لکھا اور اسکی ایک نقل سکرٹری صدر انجمن احمدیہ کو اس نوٹ کے ساتھ بھیجدی کہ اگر ہمارے وقت میں یہ کام نہ ہو سکے تو جو صاحب ضلع ہمارے بعد آئیں یہ تحریر انکو دکھائی جاوے اس تحریر میں صاحب بہادر نے ڈسٹرکٹ انجنیر کے نام یہ حکم لکھا ہے کہ قادیان کی سڑک کی طرف فوراً توجہ ہونی چاہیئے "اسے اونچا کیا جاوے اور ہموار اور صاف کیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اسکی حالت درست کیجاوے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جن سڑکوں کی پختگی کا کام شروع ہو چکا ہے جن میں علیوال بٹالہ کی سڑک شامل ہے جب وہ مکمل ہو جاوے تو یہ پہلی سڑک ہے جس کو شروع کیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اسے پختہ کیا جاوے سوا آئندہ جو تجویز کیجاوے اسبات کو مد نظر رکھکر کیجاوے۔" میجر ایلیٹ صاحب کی اس مہربانی کے نہ صرف قادیان اور اس سارے علاقے کے باشندگان ہی شکر گذار ہیں بلکہ احمدی قوم جہاں کہیں بھی ہے وہ میجر ایلیٹ صاحب کی اس مہربانی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ اور یہ آرام جو انکو سڑک کے پختہ ہو جانے سے ہمیشہ کیلئے پہنچیگا۔ میجر ایلیٹ صاحب بہادر کے زمانہ ڈپٹی کمشنری کی ایک قابل قدر یادگار ہوگی۔ صاحب بہادر نے اپنے مقام قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول مدرسہ احمدیہ مہمانخانہ